بزرگوں کے تذکرے

زیرِ ترتیب کتاب خاصانِ خدا میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حالات کا ایک حصہ

جناب مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی

تاریخ یا تذکرے وہی مستند مانے جاتے ہیں جنھیں لکھنے والوں نے یا تو مشاہداتی طور پر لکھا ہو یا ایسی روایتوں کی بنا پر لکھا ہو جن کے راوی اربابِ تاریخ کے نزدیک جانے پہچانے ہوں اور آخری راوی تک بلا انقطاع سلسلۂ روایت پہونچ جائے۔

احادیث میں اس کا انتظام اتنا مکمل اور اتنا قوی ہے کہ بیک نظر وہ تمام حدیثیں پہچانی جاسکتی ہیں جن کی سند ضعیف ہے اور راوی مجروح یا معیارِ روایت سے پست ہیں مگر تذکروں میں یہ صورت نہیں ہے اور جتنے واقعات ملتے ہیں، سند کا نام نہیں آتا ہے۔

جن لوگوں نے بزرگانِ اسلام کے تذکرے لکھے ہیں انھوں نے سلسلۂ روایات کا لحاظ نہیں رکھا اور ہر ایک واقعہ کو روایتی کسوٹی پر جانچے بغیر لکھتے چلے گئے ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے کہ فارسی یا اُردو میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی جیسی بزرگ ہستی کے حالات پر صحیح روشنی ڈالتا ہو، اور ان کی تبلیغِ دین کے اعلیٰ ترین مقامات کی وضاحت کرتا ہو۔

کیوں ؟

اس لیے کہ خواجہ بزرگ کے عہد کا کوئی تذکرہ جسے سند میں لایا جاسکے، ہندوستان میں موجود نہیں ہے جس سے بعد کے تذکروں میں سند لائی جاسکتی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرتِ خواجہ بزرگ کے خلیفہ سلطان التارکین صوفی حمیدالدین

سوالی نے طبقات الصوفیہ کے نام سے کوئی تذکرہ لکھا تھا۔ مگر اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔

راقم الحروف کے قیامِ اجمیر کے زمانہ میں ایک بزرگ نے ذکر کیا تھا کہ صوبۂ سرحد میں کسی کے پاس سلطان شہاب الدین غوری کا خود نوشت روزنامچہ ہے جس میں خواجہ بزرگ سے اپنی بیعت کا ذکر اور دوسرے حالات لکھے ہیں مگر اس روزنامچہ کی ایسی نشان دہی نہ کر سکے جس سے تلاش کی ہمت کی جاتی، صوفی حمید الدین سوالی حضرت خواجہ بزرگ کے خلفاء میں ہیں۔ عمر بھر قرآن اور تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے۔ ان کی رفیقۂ حیات بھی بڑے مرتبہ کی خاتون تھیں، جن کا ذکر اخبار الاخیار، سیر الاولیا اور دوسرے تذکروں میں آتا ہے۔

تذکرہ نویسی صحیح معنیٰ میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے عہدِ مبارک میں شروع ہوئی۔ جبکہ خواجہ حسن سنجری، امیر خسرو، مولٰنا ضیاء الدین برنی اور میر خورد موجود تھے، ان حضرات نے مشاہداتی تذکرے لکھے جو آئندہ کے لئے عہدِ سلطان المشائخ کے واقعات کی سند بن گئے۔

خواجہ حسن سنجری نے فوائد الفواد، امیر خسرو نے افضل الفوائد، مولٰنا ضیاء الدین نے تاریخ برنی لکھی۔ اور ان حضرات نے اپنے شیخ کے عادات و فضائل اور اس عہد کی برکات کو بتایا۔ خواجہ حسن اس وقت تک کسی مجلس کے مضامین کتاب میں نہ لکھتے تھے جب تک حضرت سلطان المشائخ سے تصدیق نہ کرا لیتے تھے۔

کہنا ہے کہ خواجہ بزرگ کے حیاتِ طیبہ کے بارہ میں ایسا کوئی رسالہ نہیں ہے۔ جو پورے حالات پر حاوی ہو اور ہم اس کی روشنی میں خواجہ بزرگ کے علومِ دینی۔ اخلاق و عادات، تبلیغِ دین کی وسعت اور طریقِ تبلیغ کا کھوج لگا سکیں ـــــ دیکھئے حضرت خواجہ بزرگ کے حالات میں سب سے اہم واقعہ جس پر تمام تذکروں کا اتفاق ہے یہ ہے کہ خواجہ بزرگ ہر دن رات میں دو کلام مجید ختم کرتے تھے۔

اس واقعہ کی روشنی میں قدرتی طور پر کچھ سوالات پیدا ہو جاتے ہیں اور ہماری توجہ سلسلۂ چشت کے اس بنیادی مسئلہ پر مبذول ہو جاتی ہے جس پر ایک بلند عمارت بنا دی گئی ہے، یعنی حضرت خواجہ بزرگ نے کبھی سماع سُنا یا نہیں؟ اگر سنا تو کب سُنا؟ اور اگر نہیں سنا تو یہ تمام اجتماعات جن کا مقصد ہی سماع یا قوالی کی مجلسیں منعقد کرنا ہے کس کی اتباع میں کی جاتی ہیں؟

اس سوال کے ساتھ دو پہلو پیشِ نظر رکھنے چاہئیں، ایک عقلی اور ایک نقلی!

نقلی سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہمارے سامنے خواجہ بزرگ کے زمانہ کا کوئی ایسا تذکرہ ہونا چاہئے یا حضرت کے خلفاء میں سے کسی کا ایسا قول ہونا چاہئے جس میں خواجہ بزرگ کے سماع یا قوالی سننے کا تذکرہ ہو۔

عقلی سے مراد یہ ہے کہ مشغولیتِ حق اور تلاوتِ قرآن پاک میں وہ کونسا وقت تھا جس میں سماع کی محفلیں ہوتی تھیں

| تلاوتِ قرآن | لکھنے اور کہہ دینے میں دو قرآن کی تلاوت نظر میں کوئی اہمیت پیدا نہیں کرتی مگر جب سوچا جاتا ہے کہ ایک قرآنِ پاک کی تلاوت کے لئے کتنا وقت درکار ہے تو اس واقعہ پر غور کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ اندازہ یہ ہے کہ ایک قرآن ختم کرنے میں اگر مسلسل اور رواں تلاوت ہو تو آٹھ گھنٹے لگ جاتے ہیں اور دو میں سولہ گھنٹے۔ مگر یہ بزرگ جو آدابِ تلاوت سے واقف تھے اور جنھیں قرآن پاک سے شیفتگی تھی عجلت سے تلاوت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ترتیل، تردید اور ملاحظ معانی کا خیال رکھتے تھے۔

ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کا ہر ایک حرف زیر زبر پیش اور سکون واضح طور پر ادا کیا جائے۔

تردید یہ ہے کہ اگر کسی آیت پر خشیتِ الٰہی سے گریہ طاری ہو تو اسے بار بار پڑھا جائے خواہ تمام رات اور پورا دن کیوں نہ گذر جائے۔

ملاحظہ معانی، ترتیل اور تردید کے ساتھ تلاوت ہو تو نہیں کہا جا سکتا کہ ایک کلام مجید کتنے عرصہ میں ختم ہوگا۔

اس لحاظ سے اگر ہم یہ کہہ دیں کہ قوالی اور سماع جس میں ڈھولک، ستار، سارنگی، ہارمونیم اور اب تو گھڑا بجانا بھی شامل ہوگیا ہے، خواجہ بزرگ نے کبھی نہیں سنا ہے تو یہ بات خلافِ عقل و نقل نہ سمجھی جائے گی۔

دلیل العارفین میں جسے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی تالیف بتایا جاتا ہے خواجہ بزرگ کی بارہ مجلسیں ہیں، ان مجلسوں میں ہر مجلس کے ختم ہو جانے پر خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے بہ تصرف لکھا ہے:۔

"کہ ہم لوگ اُٹھ کر اپنے حجروں میں چلے گئے، اور خواجہ بزرگ مشغولِ بحق ہو گئے یا تلاوتِ قرآن فرمانے لگے۔"

مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ سماع شروع ہوگیا اور تمام رات سُنتے رہے۔

خواجہ بزرگ نے اپنی مجلسوں میں نماز، ارکانِ نماز، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت کی تو جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے مگر سماع پر جو سلسلۂ چشتیہ کا بنیادی فریضہ ہے اور جس کے دوران میں نماز بھی چھوڑ دی جاتی ہے ایک حرف نہیں فرمایا۔

ہم نے بار بار قوالی اور سماع لکھا ہے۔ مخاطب کو سمجھ لینا چاہئے کہ قوالی علیحدہ ایک چیز ہے جسے خود ہم نے اپنی مرضی سے بنا لیا ہے البتہ سماع ——

سماع کسی آواز کا سننا، گھنٹے کی آواز ہو یا مکھی کی بھن بھناہٹ، کلام الٰہی کی سماعت ہو یا کسی حقیقت افروز جملے کا سننا، کسی مکتوب کی عبارت سنی جائے یا کسی کسان اور باغبان کی آواز سب سماع میں شامل ہیں۔ بعض صوفیہ نے وحیِ الٰہی کی سماعت کو بھی سماع سے تعبیر کیا ہے جس کے اثر سے سرورِ عالم پر کپ کپاہٹ اور بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔

سالارِ صوفیہ سیدنا محمد رسول اللہ صلعم نے جو تزکیہ نفوس اور علم و حکمت کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ (یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ) جبکہ انت محمد و انا جبرئیل سنا تو یہ سماع تھا جس سے آواز دوست مسموع ہوئی اور جس کے کیفِ وجدان سے کپ کپاہٹ پیدا ہو گئی اور حضرت خدیجہؓ سے زمّلونی فرمایا۔

محدثین نے اسے روع اور خوف سے تعبیر کیا ہے، مگر ایسی عظیم و برتر ہستی پر روع اور خوف کیوں ہوتا۔ اور اگر خوف اور روع تھا تو اسی خوف و روع کی طلب میں اس درجہ بیقراری کیوں ہوئی کہ پہاڑ سے گرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور جب حضرتِ جبریلؑ نے ظاہر ہو کر تسلی دی کہ سلسلۂ وحی رُکے گا نہیں، تب کہیں تسکین حاصل ہوئی۔

وحی گھنٹہ کی آواز میں بھی آئی ہے، مکھی کی بھن بھناہٹ میں بھی سنی گئی ہے، انسانی شکلوں میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔ اجنبی اعرابی نے بھی سوال و جواب سے ہدایت و ارشاد کا فرض انجام دیا ہے۔ اور حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا ہے کہ یہ جبریلؑ تھے۔

مطلب یہ ہے کہ سماع کے لئے ڈھولک، ستار، سارنگی، ہارمونیم درکار نہیں ہے وہ تو صدائے حق ہے جہاں سے اور جس صورت میں بھی سنائی جائے، کیفیت اور وجدان پیدا کر دیتی ہے۔

کیا سماع کے کچھ آداب ہیں؟ شیخ علی ہجویری صاحبِ کشف المحجوب جن کے مزارِ مبارک پر خواجہ بزرگ نے بھی لاہور پہنچ کر فیوض و برکات حاصل کئے ہیں، جن شرائط و آداب سے سماع کو روا رکھتے ہیں ہندوستان کے بڑے بڑے مشائخ اور درگاہوں میں ان کی پابندی نہیں ہوتی۔

اور اب تو قوالیوں اور صاحبِ حال لوگوں کی ہائے ہوُ، پُرکیف نعروں اور رقص کی دھما دھم کی ریڈیو سے اس طرح نمائش اور بلند آہنگی کی جاتی ہے۔ کہ بجائے اخوان، زمان اور مکان کے تمام دنیا شادکام ہوجاتی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ کیا یہ وہی خانوادہ چشت کے بتائے ہوئے حدود ہیں جسے متقدمین اور متاخرین نے بالاتفاق ضروری قرار دیا تھا یا کسی مجددِ وقت نے ان حدود میں لامحدود توسیع کردی ہے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ توحید اور عشقِ الٰہی کے مضامین کی اشاعت کے لئے چشتی بزرگوں نے ہندوستان کے موسیقی مزاج کو پیشِ نظر رکھ کر قوالی کو رواج دیا تھا۔ مگر یہ بات اس لئے حد درجہ افسوسناک ہے، کہ تاریخ نے آج تک کسی ایسے واقعہ کی خبر نہیں دی کہ قوالی کے مجمعوں میں ڈھولک کی ڈھمک ڈھما اور ستار و سارنگی کے نغموں سے ایک فرد نے بھی کبھی اسلام قبول کیا ہو۔ یا قوالی سُن کر گناہوں سے توبہ کی ہو۔ ہاں بزرگوں کے اخلاق، خدمتِ خلق، قوتِ قلب، مساواتِ انسانی کے مظاہرے، اور کردار، نگاہِ خدارس، نے بیشک لوگوں کو مسخر کیا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی سوچیے کہ عشقِ الٰہی کے عمیق اشارے، مضامینِ توحید، وسطِ ہند کے لوگ جنھیں نہ فارسی اور عربی سے لگاؤ تھا، نہ اُردو جانتے تھے کیوں کر سمجھ سکتے تھے۔

سماع کی مثالیں

حضرتِ شبلی بغداد کے بازار میں جارہے تھے، شربت بیچنے والا آواز لگارہا تھا۔

"ٹھنڈا شربت بس ایک گلاس رہ گیا ہے۔ عربی جملہ یہ تھا:۔

ولم یبق الا الواحد — بس ایک رہ گیا ہے

یہ سنتے ہی حضرت شبلی کی حالت غیر ہوگئی، اور نعرے لگانے لگے:۔

ولم یبق الا الواحد — بس ایک رہ گیا ہے۔

چشتیوں کے مایہ ناز بزرگ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے رفیقوں سے فرمایا قوالوں کو بلاؤ۔

عرض کیا گیا، قوال حاضر نہیں ہیں۔ فرمایا قاضی حمید الدین ناگوری کا خط لاؤ!

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے خطوں کا تھیلا کھولا تو وہی خط سامنے آگیا۔

حضرت نے فرمایا اسے کھڑے ہوکر پڑھو۔

شروع خط ان الفاظ سے تھا:-

"فقیر حقیر نحیف ضعیف محمد عطا (قاضی حمید الدین ناگوری) کہ بندہ درویشان است واز سرو دیدہ خاکِ پائے قدم ایشان"

حضرت پر کیفیت طاری ہوگئی اور دیر تک رہی، بار بار فرماتے تھے پھر ایک دفعہ پڑھو۔

اس کے بعد خط میں لکھی ہوئی رُباعی پڑھی گئی۔

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد   آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو بردہ برگرفتی زجمال   آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا تھا: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مقبرہ ہمایوں کی خانقاہ سے غیاث پور تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک کسان کنوئیں پر پانی بھر رہا تھا۔ چرس کھینچا جاتا، اور دوہے گاتا جاتا۔ ڈول سے پانی گراتا تو کہتا۔

بارھا لائیو ڈول   رام منا ئیو ڈول۔

اشارہ یہ تھا کہ کیاریوں کی نالیاں کھول دو تاکہ پانی کی تقسیم مساوی ہو جائے۔

جُوں ہی یہ فقرہ حضرت سلطان المشائخ نے سنا وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت امیر خسرو ساتھ تھے۔ بارھالائیو ڈول، رام منائیو ڈول موسیقی اصولوں کے ساتھ گانے لگے، دیر تک حضرت پر کیفیت طاری رہی، اور پھر حضرت امیر خسرو کو دعا دی،

داتا گنج بخش کا ارشاد "جب تک حدود کی پابندی سماع میں نہ کی جائے سماع لہو ولعب کے سوا کچھ نہیں ہے"

"میں علی بن عثمان جلالی ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرے مرید سماع میں مبتلا ہوں۔ سماع میں بڑے خطرے بڑی پریشانیاں اور بڑی آفتیں ہیں۔"

میں نے اپنے معروضات پیش کر دیئے ہیں، اب درخواست ہے کہ اہلِ علم مشائخ میں سے کوئی صاحب میری اس اُلجھن کو دُور فرمادیں اور مجھے شکر گذار کریں۔ اگر کسی صاحب کے علم میں ایسا تذکرہ ہو جس میں بیک واسطہ روایت سے خواجہ بزرگ کے حالات معلوم ہوسکیں تو فقط مجھ پر نہیں تمام دنیائے تصوف پر احسانِ عظیم ہوگا۔